بانی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
قدّس اللّٰہُ سِرّہٗ السّعید مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

جولائی 2015ء/رمضان المبارک 1436ھ

جلد نمبر 7، شمارہ نمبر 7 - قیمت: 20 روپے

سالانہ ممبرشپ: 200 روپے - تین سالہ ممبرشپ: 500 روپے

- اعتکاف؛ سنتِ انبیا علیہم السلام
- شبِ قدر کا قیام
- غریب ملک کے بیمار سیاست دان اور مہنگے حکمران
- برما سے میانمار تک (ایک نظر)
- مجالس؛ افاداتِ علم و حکمت
- عید اور قومی تہوار منانے کا فلسفہ
- عیدالفطر؛ آزادی و حریت اور عدل و انصاف کا پیغام ہے
- مصیبت حوصلے سے کاٹی جاتی ہے
- بچے کی تربیت میں ماں کا کردار
- اکابر کا فہم حدیث
- الصدر الحمید امام شاہ محمد اسحاق دہلویؒ
- حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی یاد
- حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ؛ میرے محسن اور حقیقی خیر خواہ
- صدقۂ فطر اور عیدالفطر کے احکام و مسائل

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا کہ: ”میں یہ نہیں کہتا کہ (سیاسی حوالے سے) اختلافِ خیال نہ رکھو۔ جس کو اپنا اور مسلمانوں کا مفاد دیانت داری سے جس چیز اور سیاسی مسلک میں نظر آتا ہے، وہ اپنے خیالات وہ رکھے، مگر یہ (ایک دوسرے پر) حملے، ہلڑبازیاں، سبّ و شتم (گالی گلوچ) تو انسانیت سے گری ہوئی اور شرم ناک بات ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔“

(۶/ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ/ یکم/نومبر 1946ء۔ بروز: جمعہ۔ مقام: رائے پور)
(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 205۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ)
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، A.16 موریہ خان سوسائٹی، عقب سٹار گیٹ
نزد ائیر پورٹ، شاہراہ فیصل، کراچی
0092-021-34600000 , 021-34600001

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ
سٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 1st, 111 فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

درسِ قرآن

تفسیر: مولانا علامہ سید سلیمان ندویؒ

اعتکاف؛ سنتِ انبیا علیہم السلام

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۝ (125:2)

(ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ وہ میرے گھر کو طواف، اعتکاف، رکوع اور سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں۔)

اسماعیل و ابراہیم (علیہما السلام) کی سب سے پہلی مسجد، جن اغراض کے لیے تعمیر ہوئی تھی، ان میں ایک غرض یہ بھی تھی کہ وہ عزلت گزینان عبادت گزار کا مسکن ہو۔

اے فرزندانِ اسماعیلؑ و ابراہیمؑ! اپنے باپ کے عہد کو یاد کرو، اور جس گھر کو رکوع و سجود کے لیے پاک رکھتے ہو، اسے اعتکاف کے لیے بھی پاک رکھو، تاکہ تمھارے باپ اسماعیلؑ و ابراہیمؑ کا عہد خداوند کے حضور جھوٹا نہ ہو۔

مسلمان ان ایام میں مساجد کے گوشوں میں عزلت نشین (معتکف) ہوتے ہیں۔ کیوں کہ غارِ حرا کا گوشہ نشین بھی ان دنوں میں عزلت نشین (معتکف) ہوا تھا۔ مسلمان ایامِ اعتکاف میں اس متکلم ازلی کے سوا جو اِن راتوں میں معتکفِ حراؐ سے گویا ہوا تھا، کسی سے نہیں بولتے کہ ایسا ہی اس نے ہمیں بھی کہا تھا، جس کے منہ میں اس متکلم ازلی نے اپنی بولی ڈالی، جب وہ حرا کے ایک گوشے میں سر بہ زانو معتکف تھا۔

پس ہر مسلمان معاشرے میں چند لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں مسجد کے ایک گوشے میں شب و روز محویت اتباعِ نبوی، تلاوتِ کتابِ عزیز، تفکرِ خلق سماوات و ارض، ذکرِ نعم الٰہی، تذکرِ اسمائے حسنیٰ اور تحیت و تسلیم و ادائے صلوٰت میں اس طرح بسر کیں، کہ ان اوقاتِ محدودہ کا کوئی لمحہ تذکر و تفکر سے خالی نہ ہو۔ ان مقدس ہستیوں کا جلوہ اس کی آنکھوں میں پھر جائے۔ جیسا کہ ان کی تعریف میں قرآن پاک کہتا ہے: ''جو ہمیشہ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے خدا کو یاد کرتے ہیں۔'' (191:3) اور دوسری جگہ فرمایا کہ: ''اور جب قرآن کی آیتیں ان کو یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور خضوع و خشوع کے ساتھ اپنے ربّ کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ ان کے پہلو راتوں کو بستر سے الگ رہتے ہیں، اور وہ اُمیدِ پیہم کے ساتھ خدا سے دعائیں کرتے ہیں۔'' (15-16:32) اور مزید فرمایا: ''جن کو خرید و فروخت وغیرہ دنیاوی اشغال ذکرِ خدا سے غافل نہیں کرتے۔'' (37:24)

کیا عجیب و جوش محویت ہے جب مسلمان دن بھر کی بھوک اور پیاس کے بعد رات کو خدا کی یاد کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اے شیفتگانِ سنتِ محمدؐیہ! آؤ ہم اپنے بستروں کو خالی کریں۔ خدا کی تقدیس میں مشغول ہوں اور اس کی حمد و ثنا کریں، جس نے اس ظلمت کدۂ عالم میں صرف ہم کو اِک ایسا چراغ دیا، جس سے ہمارے قلوب منور ہو گئے۔ (مقالاتِ سلیمان۔ ص: 55-154)

درسِ حدیث

تشریح: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہٗ

شبِ قدر کا قیام

عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنهُ قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلّم: ''من يقم ليلة القدر ايماناً و احتساباً غُفر لهٗ ما تقدّم من ذنبه.''

(ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت کر کے قیام (عبادت) کرے، اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔'') (رواہ البخاری)

شبِ قدر کے بارے میں قرآن حکیم نے وضاحت کی ہے کہ وہ رمضان شریف میں ہے۔ جب کہ صحیح احادیث میں تلقین ہے کہ اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کیا جائے۔ قدر اگر تقدیر سے ہے تو اس رات سے وہ رات مراد ہے، جس میں ملائکہ کو اس سال میں پیش آمدہ واقعات کا علم دیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں قدر کے معنی عزت کے بھی آتے ہیں۔ تو مفہوم ہوگا وہ رات، جس میں عبادت کرنے والوں کو عزت ملتی ہے۔ یا وہ رات جس میں عبادت، دیگر راتوں سے متعلقہ عبادت کے مقابلے میں بہت قدر و منزلت رکھتی ہے۔ مزید برآں لغت میں قدر کے معنی تنگی کے بھی آتے ہیں کہ اس رات فرشتوں کے کثرت سے نازل ہونے کی وجہ سے زمین تنگ ہو جاتی ہے۔

شبِ قدر کی اہم ترین فضیلت یہ ہے کہ اس رات لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا میں اس کتابِ حکیم کا نزول ہوا، جس میں حدیثِ نبوی کے مطابق گزشتہ اقوام کے حالات اور آئندہ کی خبریں ہیں۔ جو لوگوں کے باہمی تنازعات کا عدل و انصاف کے مطابق دوٹوک فیصلہ کرنے والی ہے، جو اسے از راہِ تکبر ترک کرے گا اور اس سے روگردانی کرے گا تو اللہ اس کا قلع قمع کر دے گا اور جو اس کے علاوہ ہدایت تلاش کرے گا' اَور گمراہ ہوگا۔ وہ خدا کی مضبوط رسی، پُرحکمت نصیحت اور راہِ مستقیم ہے۔ یہ وہ کتاب ہے، جس کی وجہ سے خواہشات کج روی میں نہیں لے جاسکتیں۔ نہ اس کے ساتھ دیگر زبانیں (باتیں) خلط ملط ہو سکتی ہیں، نہ اس سے اہلِ علم سیر ہو سکتے ہیں (کہ انھیں اس کی ضرورت نہ رہے) نہ زیادہ دہرانے سے یہ پُرانی ہوگی (کہ اُکتاہٹ پیدا ہو) نہ اس کے عجائبات ختم ہوں گے۔ یہ وہی کتاب ہے کہ جنات نے جب اس کو سنا تو یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے، جو بھلائی کی جانب رہنمائی کرتا۔ تو اس پر ہم ایمان لے آئے ہیں۔ جس نے اس کی بنیاد پر گفتگو کی، اس نے سچائی کا اظہار کیا۔ جس نے اس کے مطابق انفرادی و اجتماعی زندگی تشکیل دی، اسے اس کا اجر اور فائدہ حاصل ہوگا۔ اور جو اس کی روشنی میں فیصلہ کرے گا، وہ انصاف کرے گا اور جو اس کی جانب دعوت دے گا، اسے درست راہ کی ہدایت نصیب ہوگی۔

مزید برآں شبِ قدر کی عبادت کو ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل اور بہتر قرار دیا گیا ہے کہ اس اُمت کے افراد کی عمریں چوں کہ گزشتہ اُمتوں کے لوگوں کی عمروں سے کم ہیں، اس لیے یہ اُمت زیادہ فضل و عنایت کی مستحق ہے۔ (ایمان کی چھاؤں میں، ص: 92)

اداریہ

غریب ملک کے بیمار سیاست دان اور مہنگے حکمران

اس دنیا میں امیر ترین ملکوں کے حکمران آج بھی سادہ ترین زندگی بسر کر رہے ہیں، لیکن ہمارے غریب ملک کے مہنگے حکمرانوں کے لچھن آپ آئے روز سنتے رہتے ہیں کہ وہ کس طرح اس غریب معاشرے کے قومی خزانے پر ناروا معاشی بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ یہ طبقے آکاس بیل کی مانند قوم کو لپٹے ہوئے ہیں اور خون چوسنے والی ایسی خوف ناک جونکیں بن چکے ہیں' جو لوگوں کے جسم سے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ لینا چاہتے ہیں۔

علاج اور تعلیم جیسی بنیادی ضروریات سے محروم قوم کے حکمران طبقوں کے پالتو کتوں، شیروں اور موروں کی خوراک پر سالانہ خرچ آنے والی رقم ہوش اُڑا دینے کے لیے کافی ہے۔ ہمارے ملک کے حکمرانِ اعلیٰ نے اپنے شوق کی تسکین کے لیے دنیا بھر کے جانوروں کی اعلیٰ نسلیں رکھی ہوئی ہیں۔ حال ہی میں انھوں نے 24 لاکھ روپے مالیت کی کتوں کی جوڑی خریدی ہے۔ ان کے پالتو جانوروں کی حفاظت پر مامور غریب عوام کے ٹیکس سے تنخواہ لینے والے 32 سے زائد اہلکار متعین ہیں۔

ایک تازہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں پارلیمنٹ کے 327 بیمار اراکین گزشتہ 18 ماہ میں 21 کروڑ 68 لاکھ روپے کی سرکاری ادویات کھا گئے۔ ان میں سینٹ کے اراکین نے 2 کروڑ 1 لاکھ، قومی اسمبلی کے اراکین نے 9 کروڑ 3 لاکھ، پنجاب اسمبلی کے اراکین نے 5 کروڑ 30 لاکھ، سندھ اسمبلی کے اراکین نے 3 کروڑ 7 لاکھ، کے پی کے اسمبلی کے اراکین نے 1 کروڑ 22 لاکھ اور بلوچستان اسمبلی کے اراکین نے 1 کروڑ 5 لاکھ روپے کی ادویات اور علاج و معالجے کے واجبات قومی خزانے سے وصول کیے۔ ان میں 108 اراکین کو علاج معالجے اور ادویات کے لیے 10 سے 20 لاکھ تک کی ادائیگیاں کی گئی ہیں۔ ان میں کئی اراکین نے اپنی فیملی کے بیمار اراکین کے علاوہ اپنے ڈرائیوروں اور دیگر نوکروں اور ان کے اہلِ خانہ کے لیے بھی اپنے نام پر اسمبلیوں سے ادویات حاصل کیں۔ پنجاب اسمبلی کے اراکین نے یکم/ جولائی 2013ء سے 28/ فروری 2015ء تک کے عرصے کے دوران 5 کروڑ سے زائد کی ادویات لیں۔ ان میں مخصوص نشستوں پر منتخب ہونے والی بیمار خواتین اراکین کے علاج معالجے پر سب سے زیادہ اخراجات ہوئے۔ پنجاب اسمبلی کے کئی بیمار اراکین نے شوگر، ہائی بلڈ پریشر، جگر، معدے، کینسر، یرقان اور دیگر موذی بیماریوں میں مبتلا اپنے اہلِ خانہ کے لیے ادویات سرکاری خزانے سے لیں۔

دوسری طرف عوام علاج معالجے کی بنیادی سہولتوں سے یکسر محروم ہیں۔ ہمارے قومی ہسپتالوں کی حالتِ زار بتاتی ہے کہ عوام کے لیے تھوڑا بہت مختص فنڈ بھی کرپشن اور بدعنوانی کی نظر ہو جاتا ہے۔ عوام کے ناتواں کندھوں پر اضافی ٹیکسوں کا بوجھ بڑھتا چلا جا رہا ہے، لیکن اندرون اور بیرونِ ملک علاج معالجے کی بہتر سہولیات صرف ایک مخصوص طبقے کے لیے خاص ہو کر رہ گئی ہیں۔ جو اپنی حقیقی آمدن کو چھپا کر قومی ٹیکس کی چوری میں بھی مہارتِ تامہ رکھتا ہے۔

پاکستان کی وزارتِ خزانہ عالمی بینک اور آئی ایم ایف کے سالانہ اجلاسوں میں شرکت پر 1 کروڑ 57 لاکھ روپے خرچ کر دیتی ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے حکمران امریکا، یورپ اور دیگر ممالک کے دوروں پر لگژری ہوٹلوں میں قیام کرتے ہوئے قوم کے کروڑوں روپے خرچ کر ڈالتے ہیں۔ وزیر اعظم اب تک اپنے غیر ملکی دوروں پر لگ بھگ 40 کروڑ روپے خرچ کر چکے ہیں۔ کفایت شعاری کی دعوے دار حکومت نے 2015ء میں وزیر اعظم ہاؤس کے بجٹ میں 4 کروڑ اور عوامی نمائندوں کی پارلیمنٹ کے بجٹ میں 40 کروڑ، آئندہ غیر ملکی دوروں کے لیے 1 ارب 70 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ منتخب عوامی پارلیمنٹ کے سالانہ خرچے کا ایک تخمینہ 3 ارب روپے لگایا گیا ہے، جس میں غریب عوام کے عوامی ارکانِ اسمبلی کی تنخواہوں کی مد میں 1 ارب 53 کروڑ، سفر اور ٹرانسپورٹ کے لیے 92 کروڑ 63 لاکھ بنتے ہیں۔ ایسے ہی سینٹ کے اخراجات میں 13 کروڑ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ سینٹ پر مجموعی طور پر 1 ارب 74 کروڑ سالانہ خرچ آئیں گے۔ لیکن ان کے ہاں بھوک اور پیاس سے مرتے ہوئے بے بس فاقہ کشوں کی زندگی کی کوئی قیمت نہیں۔ حکمرانوں کی بے حسی اور غفلت اُس وقت اپنی انتہا کو پہنچ گئی، جب تھرپارکر میں سینکڑوں بچوں نے بھوک اور پیاس سے بلک بلک کر ماؤں کی گود میں دم توڑ دیا۔ تین ماہ کی مختصر مدت میں 193 بچوں کو موت نگل گئی۔ حال ہی میں کراچی میں گرمی کی شدت سے بے حال ہونے والے ہسپتالوں میں ناقص انتظامات کے باعث 12 سو سے زائد افراد کو موت نے اپنے آہنی شکنجے میں کس لیا۔

پورا ملک افلاس اور نااُمیدی میں ڈوبا ہوا ہے۔ زندگی کے شب و روز بے توقیر ہو چکے ہیں، لیکن یہ غرور و تکبر کے پُتلے حکمران گیس و بجلی کی لوڈشیڈنگ ختم کرنے کے بجائے مہنگے پروجیکٹس میں کمیشن خوری کے عالمی ریکارڈ قائم کر رہے ہیں۔ روم اور ایران کے حکمرانوں کے ایسے ہی کرتوتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حکمران طبقوں کے متعلق لکھا ہے:

''بدقسمتی سے اہلِ ثروت اور حکمران طبقے میں عیش، فیشن اور اقتدار پرستی ایک دوسرے کے مقابلے میں تفاخر (بڑھ چڑھ کر رہنے) کا مرض پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس پر فخر ہونے لگا کہ کس کا تاج زیادہ قیمتی ہے اور کس کے تاج میں زیادہ جواہر ٹکے ہوئے ہیں۔ اربابِ حکومت کے اس ٹھاٹھ نے سوسائٹی کا مزاج بگاڑ دیا۔ نئے نئے فیشن، امیرانہ شان و شوکت اور شاہانہ تکلُّفات نبھانے کے لیے ہر صاحبِ اقتدار اپنے ماتحتوں کو لوٹنے لگا۔ زمین دار اور جاگیردار' کاشت کار کا خون چوسنے لگے اور جو مزدوروں پر اختیار رکھتے تھے، انھوں نے غریب مزدور کو نوچنا شروع کر دیا۔ اب اس بااقتدار طبقے کی تمام عملی اور فکری قوتیں ترقیِ ملک و دولت کی بجائے عیش و عشرت، شاہانہ تکلُّفات، نفع اندوزی اور استحصال بالجبر (زبردستی چھیننے) پر صرف ہونے لگیں اور ماتحت طبقہ اتنا گر گیا کہ اس کی زندگی کھیت جوتنے والے بیلوں اور بوجھ اُٹھانے والے گھوڑوں کی مانند ہو گئی۔ زرکشی اور زراندوزی کے لیے نئے نئے قانون ایجاد ہوئے۔'' (مدیر)

عالمی منظر نامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

برما سے میانمار تک (ایک نظر)

جنوب مشرقی ایشیا کا ایک اہم ملک، جسے دنیا ''سونے کی سرزمین'' (Land of Gold) سے بھی یاد کرتی ہے۔ اس کا پرانا نام برما تھا، جسے 1989ء میں برما کی قومی حکومت کے مطالبے پر اقوامِ متحدہ نے تبدیل کر کے میانمار کر دیا۔ اس کا کل رقبہ 6 لاکھ 76 ہزار 5 سو 78 کلومیٹر پر مشتمل ہے۔ اس کے شمال مشرق کی طرف چین اور نیپال ہیں۔ مغرب کی طرف بھارت اور بنگلا دیش واقع ہیں۔ اس کے جنوب میں خلیج بنگال اور تھائی لینڈ کے علاوہ انڈیمان کے جزائر ہیں۔ اس کے انتہائی مشرق میں ویت نام، لاس، تھائی لینڈ اور کمبوڈیا کی سرحدیں ملتی ہیں۔ 2014ء کی مردم شماری کے مطابق میانمار کی کل آبادی 5 کروڑ 14 لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ اس کا سب سے بڑا شہر، دارالخلافہ اور کاروباری مرکز رنگون ہے۔ 1936ء تک یہ برصغیر کا حصہ رہا ہے۔ 1937ء میں برطانیہ نے اسے برصغیر سے علاحدہ کر کے مستقل اپنی کالونی کا درجہ دے دیا۔ اسی طرح 1948ء تک یہ برطانیہ کے زیرِتسلط رہا۔ اس وقت یہ ملک سات صوبوں پر مشتمل ہے۔ جن کے نام درج ذیل ہیں: شان، کایا، کھین، اراکان، کرین، مون اور چھین۔ مسلمانوں کی اکثریت اراکان میں آباد ہے، جن کی تعداد کم و بیش 6 لاکھ ہے۔ جنھیں روہنگیا کہتے ہیں۔ 1962ء میں فوج نے جنرل ما نگ کی زیرِ قیادت اقتدار سنبھال کر ملک کے تمام بڑے اداروں کو قومیا لیا۔ اس کا عہد 1988ء تک رہا، جسے ملٹری جنتا کا نام دیا گیا۔ 1990ء تک ملک فوج کے زیرِ کنٹرول رہا۔ اسی دوران ملک میں عام انتخابات کروائے گئے۔ جس کے نتیجے میں NLD قومی لیگ برائے جمہوریت (National League for Democracy) نیشنل لیگ فار ڈیموکریسی نے سب سے زیادہ نشستیں حاصل کیں۔ اس پارٹی کی سربراہ آنگ سان سوچی؛ جو اُن دنوں نظربند تھیں، کو اُن کی سیاسی جدوجہد کے صلے میں اقوامِ متحدہ نے امن کے نوبل انعام کے لیے منتخب کیا۔ جونہی انھیں انعام سے نوازا گیا، برما کی قومی حکومت نے مزید 1995ء تک ان کی نظربندی کے احکامات جاری کر دیے۔ ان کی یہ نظربندی مزید 2000ء تک چلتی رہی۔ 1990ء کے انتخاب کے نتیجے میں سوچی کی پارٹی نے سب سے زیادہ نشستیں تو حاصل کر لیں، مگر اقتدار اسے ملنے کی بجائے ملکی سیکیورٹی اور نظام کی حفاظت کے پیشِ نظر فوج کے پاس ہی رہا۔ البتہ ملک کے معاشی نظام میں چند اصلاحات متعارف کرادی گئیں۔ ملکی منڈی کو غیرملکی سرمایہ کاری کے لیے کھول دیا گیا۔ جس کے نتیجے میں ملک میں غیرملکی سرمایہ کاری بڑھنا شروع ہوگئی۔

سیفرون انقلاب: 2007ء میں ملک میں گیس، پیٹرول اور ڈیزل وغیرہ کی قیمتوں میں پانچ سوگنا (500%) اضافہ کر دیا گیا۔ جس کے نتیجے میں ملک بھر میں احتجاج اور مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اگست 2007ء میں ان مظاہروں میں ہزاروں برمی مانک بھی شریک ہوئے۔ ان مظاہروں کو ''برمی عوام کا شعور'' یعنی Conscience of The Burmese People کا نام دیا گیا۔ لوگوں نے پُرامن تبدیلی کے لیے جدوجہد کا آغاز کیا۔ اس تحریک کو بدھ مت کے راہبوں نے خوب تقویت پہنچائی۔ لوگوں نے گلیوں محلوں میں فوجی اقتدار کے خلاف جلسے جلوس نکالے، جن کی سرپرستی یہی مذہبی طبقہ کر رہا تھا۔ 26/ستمبر 2007ء کو برمی حکومت نے ان مظاہروں اور جلوسوں کے خاتمے کے لیے گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حکومت نے ایک قانون کے اجرا کے ذریعے 5 افراد سے زیادہ لوگوں کو جمع ہونے پر پابندی عائد کر دی۔ ملک میں امن و امان برقرار رکھنے کے لیے شہروں میں کرفیو لگا دیا گیا۔ 2007ء میں اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل نے برما کی صورتِ حال کے پیشِ نظر ایک قرارداد کا مسودہ تیار کیا، جس میں کہا گیا کہ برما میں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں ہورہی ہیں، جس سے عالمی امن کو خطرہ لاحق ہے۔ روس اور چین نے اس قرارداد کے خلاف ویٹو پاور کا استعمال کرتے ہوئے اسے سلامتی کونسل میں لانے سے روک دیا اور کہا کہ برما میں ایسا کچھ نہیں ہورہا، جس سے عالمی امن کو کسی قسم کا کوئی خطرہ ہو۔ لیکن سامراجی ممالک، جن میں امریکا، برطانیہ اور فرانس شامل تھے، نے برما کے خلاف اقتصادی پابندیاں عائد کر دیں۔ مزید جاپان نے برما کی اقتصادی امداد روکنے کی بھی دھمکی دے دی۔ جیسا کہ سامراج ایک طرف سے پٹنے کے باوجود اپنی شیطنت سے باز نہیں آتا، وہ نت نیا ہتھکنڈا شروع کر دیتا ہے۔

تاریخ کے ماہرین کا کہنا ہے کہ روہنگیائی لوگ نسلاً بنگالی ہیں اور ہجرت کر کے بنگال سے برما میں آباد ہوئے تھے۔ 1948ء میں جب بنگال والوں نے برطانوی تسلط سے آزادی حاصل کی تو یہ لوگ برما منتقل ہوگئے۔ ایک رائے یہ ہے کہ 1971ء میں جب بنگال والے پاکستان سے علاحدہ ہوئے تو تب یہ لوگ برما منتقل ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک یہ لوگ کیمپوں میں پناہ گزین ہیں اور اقوامِ متحدہ نے انھیں پناہ گزین قرار دیا ہوا ہے۔ 8/جون 2015ء کو جب یہ سانحہ پیش آیا تو 350 افراد کشتیوں میں سوار ہو کر تھائی لینڈ کی طرف جا رہے تھے۔ جب یہ کشتی ساحل پر پہنچی تو وہاں کی حکومت نے انھیں ملک میں داخل ہونے سے روک دیا۔ چوں کہ یہ لوگ غیرقانونی طور پر تھائی لینڈ کے شہر میں داخل ہونا چاہتے تھے، اس لیے وہاں کی حکومت نے انھیں لینے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں کے پاس نہ تو واپسی کی خوراک تھی اور نہ جانے کا کوئی بندوبست۔ لہٰذا سمندروں کی لہروں کی نظر ہوگئے۔ ایسا واقعہ پہلی دفعہ نہیں ہوا، اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ یہ لوگ اپنی شناخت کی پہچان میں لقمۂ اجل بن چکے ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل بان کی مون نے روہنگیائی مسلمانوں کو دنیا کی ''مظلوم ترین اقلیت'' قرار دیا ہے۔ روہنگیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ برمی ہیں، جب کہ برمی حکومت کا اعلان یہ ہے کہ وہ بنگالی ہیں۔ گویا سوال نسلی اور قومی شناخت کا ہے۔ ویسے آنگ سان سوچی، جو آج کل چین کے دورے پر ہیں، انھیں نے اس واقعے پر کوئی لب کشائی نہیں کی، جو ملک کی سب سے بڑی پارٹی کی سربراہ ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کی آبادکاری کے لیے آج تک کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ اور وہ آج بھی کھلے آسمان تلے اقوامِ متحدہ کی عالمی پالیسیوں کی سفاکی کی نظر ہوئے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ طویل عرصہ گزرنے کے باوجود آج بھی ان کا مسئلہ ہوا میں معلّق ہے۔

مجالس ؛ افاداتِ علم وحکمت

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے قیام سے ہی یہ روایت موجود رہی ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ کے ساتھ احباب کی استفادہ نشست ہوتی ہے۔ جنوری 2015ء کے شمارے سے ان افادات کو شائع کر کے ہم مجلہ رحیمیہ کے تمام قارئین کو اس استفادہ نشست میں شامل کر رہے ہیں۔ اس مجلس کی ریکارڈنگ اور جمع و ترتیب کے فرائض جناب قاری عبدالرشید نے انجام دیے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اس سلسلے میں ادارہ کو اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ (مدیر)

مجلس نمبر 4۔ 26/ دسمبر 2014ء - مقام: ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور

سوال: امریکا پوری دنیا پر اپنی سیاسی اور معاشی طاقت کی وجہ سے اثر انداز ہو رہا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اُس کی بالادستی کے اثرات و نتائج سے بچ سکیں؟

حضرت اقدس: ہاں ممکن ہے، لیکن اس کے لیے آپ کے پاس شعور، نظریہ اور knowledge ہونا چاہیے۔ ہر کام کی ابتدا علم و شعور سے ہوتی ہے۔ جس کام کے متعلق علم اور مکمل معلومات نہ ہوں، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ دیکھو! بنیادی بات یہ سمجھنے کی ہے کہ ہماری نظر تاریخ کے عمل پر ہونی چاہیے۔ آپ اگر تاریخ کو دیکھیں تو گزشتہ صدی میں ایک خاص قوم (برطانیہ) کا دنیا پر تسلط رہا ہے۔ اور اُس سے ایک دوسری قوم (امریکا) کو طاقت منتقل ہوئی۔ وہ کبھی نہیں چاہے گی کہ کوئی قوم اُس کے مقابلے میں آئے یا اُس کی برابری کرے۔ آپ ایک بستی کی مثال لیں، کسی گاؤں کے اندر ایک بڑا چوہدری ہوتا ہے، وہ اپنے کمی کمینوں کو اوپر آنے دے گا؟ کوئی نہ کوئی پھڈے بازی کر کے انھیں الجھائے رکھے گا۔ اگر وہ انھیں کوئی سہولت بھی دے گا تو اپنے مفادات کے حق میں استعمال کرنے کے لیے دے گا۔ لیکن وہ سہولت بھی محدود ہوگی، وہ اتنی نہیں ہوگی کہ کل کو وہ اُس کے مقابلے پر آ جائے۔ اسی طرح دنیا کا بھی ایک بدمعاش چوہدری ہے۔ جنگِ عظیم دوئم میں جاپان پر ایٹم بم گرانے کے بعد اور ایٹمی ٹیکنالوجی حاصل کرنے کے بعد دنیا کی چوہدراہٹ برطانیہ کے بجائے امریکا کو مل گئی۔ جنگِ عظیم دوئم میں اُس نے ایک تنکا نہیں توڑا اور جنگِ عظیم کا فاتح بھی بن گیا۔

برطانیہ اور روس آپس میں لڑتے رہے۔ جرمنی اور اتحادی قوتیں بھی آپس میں گتھم گتھا رہیں۔ امریکا ان سب کو لڑا کر اُن کے وسائل ضائع کرواتا رہا، جس سے یہ ملک کمزور ہوتے رہے اور امریکا پھلتا پھولتا رہا۔ اور یوں دنیا ایک تازہ دم سامراج کے شکنجے میں چلی گئی۔ برطانیہ کو بھی اپنے ملازمین کو تنخواہ دینے کے لیے امریکا سے ایک کروڑ ڈالر کی بھیک مانگنی پڑی۔ یوں امریکا نے دنیا کے ممالک کو قرضہ دے کر اپنے زیرِ تسلط لانے کے لیے آئی ایم ایف کو وجود بخشا۔ بات یہ ہے کہ وہ جس ترقی کے مقام پر ہے، وہ اُس کو دن بدن آگے بڑھا رہا ہے یا نہیں؟ باوجود ہمارے پچاس سال غلام ہونے کے آپ کے ہاں ترقیاتی کام پہلے کی نسبت کس درجے میں ہوئے۔ کیا آپ اُس کے لیے ایک اچھی اور نئی کنزیومر مارکیٹ کے طور پر سامنے نہیں آئے۔ وہ تو ملک خود بنانے والے ہیں۔

یہی بات تو اس خطے کے حریت پسند قومی رہنماؤں نے کہی تھی کہ کسی سے اُلجھنے کے بجائے آپ اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کے لیے ضروری ہے کہ قومی آزادی، سائنس، ٹیکنالوجی اور صنعتی ترقی کے حوالے سے قومی شعور بیدار کیا جائے۔ چناں چہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا تھا کہ: ''جب مسلمانوں کے پاس کوئی فالتو پیسہ آتا ہے تو وہ اُسے نمود و نمائش اور جھوٹے تفاخر کو قائم رکھنے کے لیے بے دریغ خرچ کرتا ہے۔ اور مذہبی ذہن والے غیر ضروری طور پر مسجد بنانے اور نفلی عمروں اور حج پر خرچ کر دیتے ہیں۔ حال آں کہ جو قوم غربت اور غلامی کی حالت میں مبتلا ہو، اُسے تو سب سے پہلے صنعتی ٹیکنالوجی سیکھ کر اپنی معاشی، سیاسی ترقی کے لیے کام کرنا چاہیے۔'' اس وقت تو ہمارے نام نہاد مذہبی رہنماؤں نے اُن پر فتوے لگائے کہ یہ تو دنیا پرستی کی باتیں ہیں۔ یہ جو مذہب کے نام پر دیوانے بنے ہوئے تھے، جو امریکا سے ڈالر لے کر مذہب کے نام پر سامراجی مفادات کے لیے کام کر رہے تھے، اب وہ سزا بھگتیں۔

آپ ذرا اس بات پر غور کریں کہ خلائی ٹیکنالوجی میں چین اس وقت بھی امریکا سے پیچھے ہے۔ جب کہ معیشت کے میدان میں اس سال امریکا سے اوپر چلا گیا۔ لیکن کیا جو نالج بیس ٹیکنالوجی ہے، اُس میں چائنہ امریکا کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ ابھی بھی اُسے امریکا کے مقابلے پر آنے کے لیے کئی سال درکار ہیں۔ باقی ممالک کس باغ کی مولی ہیں۔ ہم صرف بندوق کی نوک پر امریکا کو شکست دینا چاہتے ہیں۔ اور وہ بندوق بھی امریکا کی بنی ہوئی ہے۔ جب اُس کی ضرورت ہوتی ہے تو قومیت یا مذہب کے نام پر ہمیں بندوق پکڑا دیتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے واپس لے لیتا ہے۔ آج کل اس بندوق کی ضرورت نہیں رہی تو کہتا ہے: واپس کرو اور ''دہشت گردی'' بند کرو۔

سوال: حضرت! کیا اس دور میں صرف سیاسی، سماجی شعور کی ضرورت ہے؟ یا سائنٹفک علوم کی بھی ضرورت ہے؟

حضرت اقدس: ہاں! کیوں نہیں! دونوں کی ضرورت ہے کہ آپ کے پاس ہر قسم کا علم ہونا چاہیے۔ سیاسی، سماجی، معاشی ترقی کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی کا بھی علم ہو۔ اسی لیے تو مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے جلاوطنی سے واپسی پر سب سے پہلے یہ بات کہی تھی کہ ''آپ برطانیہ سے لڑائی چھوڑیں۔ اُسے تو بہرصورت یہ خطہ چھوڑ کر جانا ہے، لیکن اُس کے علم اور تجربے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جو علم اور ٹیکنالوجی اُس کے پاس ہے، وہ ہمیں اُس سے سیکھنا چاہیے۔ تاکہ ہم اپنے خطے کے صنعتی ترقی کے عمل کو آگے بڑھا سکیں۔'' لیکن ہمارے بے شعور طبقوں نے حضرت سندھیؒ کے بارے میں گمراہ کن پراپیگنڈا شروع کر دیا۔ جن بے شعور نام نہاد مذہبی اور سیاسی رہنماؤں نے قوم میں خوف کی تجارت کرتے ہوئے لوگوں کو تقسیم کیا اور اسلام کے محض رسمی اعمال کو فروغ دیا، اُسے ہم نے بے شعوری کے ساتھ قبول کر لیا۔ باشعور رہنماؤں کے مقابلے میں بے شعور طبقوں کی بات قبول کرنے والی قوموں کے دکھ درد ختم ہونے کی بجائے آئے روز اُن میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ آج جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے، ہماری لیڈرشپ کے فیصلوں کا نتیجہ ہے۔

خطبات و بیانات

افادات: حضرت مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزادرائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابعؒ و مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزادرائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 09/ اگست 2013ء / یکم/ شوال المکرّم 1434ھ بروز جمعۃ المبارک (عیدالفطر) کو ادارہ رحیمیہ لاہور میں نمازِ عیدالفطر کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے قرآن حکیم کی آیت وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (185:2) کے تناظر میں مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے۔

''معزز دوستو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن فرمایا: ''لکلّ قومٍ عید و ھـٰذا عیدنـا.'' دنیا میں ہر قوم کے لیے عید کا ایک دن ہوتا ہے اور یہ ہماری عید کا دن ہے۔ دینِ اسلام میں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ دو دن بطور عید کے مقرر کیے گئے۔

عید اور قومی تہوار منانے کا فلسفہ

انسانی معاشروں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ ہر قوم اپنے اپنے معاشرے کی تشکیل کردہ بنیادی اَقدار، اَخلاق اور افکار پر معاشرے کو آگے بڑھاتی ہے۔ اپنی قومی آزادی اور سیاسی غلبے کے دن کو بطورِ عید کے مناتی ہے۔ آج ہم سب جانتے ہیں کہ دنیا کی ہر قوم اپنا یومِ آزادی مناتی ہے۔ یعنی وہ دن جس میں کسی قوم کی آزادی و حریت اور اُس کی خودمختاری تسلیم کی جاتی ہے۔ انبیا علیہم السلام بھی انسانی معاشروں میں آزادی اور حریت، عدل و انصاف اور امن و امان کا نظام قائم کرنے کے لیے آتے ہیں۔ اس لیے جب بھی ایسا موقع آیا کہ انسانیت کو غلامی سے آزادی نصیب ہوئی تو اُن تمام ایام کو ہر نبی نے اپنے لیے بطورِ عید و مسرت اور خوشی کے لیے مقرر کر دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی جس دن توبہ قبول ہوئی، اُس دن کو انھوں نے بطورِ عید اور شادمانی کے منایا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب کامیابی حاصل کی، اُس کو قوم کے لیے خوشی اور مسرت کا دن قرار دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس دن مکہ مکرمہ کی تعمیر و تشکیل مکمل کی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی دینے کا موقع آیا اور حضرت اسماعیلؑ کی جان بخشی ہوئی اور اُن کی جگہ پر دُنبے کی قربانی کا دن عیدالاضحیٰ کا دن قرار دیا گیا۔ یہ عیدالاضحیٰ دراصل وہ دن ہے، جس موقع پر حج ادا کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر بیت اللہ الحرام سے تحریکِ حنفیت آگے بڑھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جس دن فرعون سے آزادی حاصل کی، وہ عاشورہ کا دن ہے۔ اس کے لیے انھوں نے اس دن کو شادمانی کے طور پر منایا اور اللہ کے لیے سجدۂ شکر ادا کیا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیمی تحریک کے نمائندے ہیں۔ جس تحریک کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ میں خانۂ کعبہ کی تعمیر و تشکیل سے کیا تھا، اُس کی تکمیل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پیغامِ ہدایت دیا گیا تھا، اور جس میں یہ واضح طور پر کہا گیا تھا کہ وہ انسانی معاشرے میں طاغوتی نظام کے خاتمے کے لیے اقدامات کریں گے۔ چناں چہ پہلی ہی سورت العلق میں یہ کہہ دیا گیا تھا کہ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ (6:96) انسان جو سرکش، ظالم، انسانیت دشمن ہو، اس کی اطاعت نہیں کرنی۔ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ (19:96) اس کی بات نہیں ماننی۔ اُس کے نظامِ حکومت کو تسلیم نہیں کرنا۔ قرآن حکیم نے اپنے آغاز میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ کے جس نظام کے خلاف اعلانِ بغاوت کیا تھا، اُس کی تکمیل کا پہلا مرحلہ وہ تھا، جب ابوجہل جہنم واصل ہوا۔ یہ غزوۂ بدر کا موقع تھا۔

غزوۂ بدر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں ہجرت کر جانے کے بعد، اپنی ریاست کی تشکیل کے بعد کا پہلا مرحلہ ہے، جب مکے کی ان طاغوتی طاقتوں اور قوتوں سے غزوۂ بدر کے موقع پر ٹکراؤ ہوتا ہے۔ یہ بھی رمضان المبارک کے مہینے میں ہوا۔ سن 2 ہجری میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اور اسی رمضان میں ہی وہ معرکہ برپا ہوا، جس نے مکے کی سیاسی اور اقتصادی قوت توڑ کر رکھ دی۔ 17/ رمضان المبارک اور بعض روایات کے مطابق 22/ رمضان کو غزوۂ بدر کا معرکہ ہوا۔ اس موقع پر ستر بڑے بڑے سردارانِ مکہ قتل کر کے قلیبِ بدر میں ڈال دیے گئے۔ اس طرح آپؐ کے انقلاب کے پہلے مرحلے کی تکمیل ہوتی ہے۔ پہلے رمضان میں یہ عظیم الشان انقلابی معرکہ مکمل ہوگیا۔ یہ نہ صرف مدینے والوں کی آزادی کا موقع ہے، بلکہ جزیرۃ العرب اور انسانیت کی آزادی کا دن ہے۔

رمضان المبارک کے اختتام پر آپؐ جب بدر کے مقام سے مدینہ منورہ پہنچے تو سب سے پہلی عیدالفطر آپؐ نے اس پہلے رمضان کے اختتام پر منائی۔ یہ دراصل وہ شکرانہ ہے، وہ انعام ہے، وہ مسرت اور شادمانی ہے، جو نبوی انقلاب کے ایک اہم ترین مرحلے کی تکمیل پر آپؐ کو بطورِ خوشی اور انعام کے دی گئی۔ پہلے رمضان المبارک کی تکمیل بھی ہوئی اور انقلاب کا ایک اہم ترین مرحلہ بھی طے ہوتا ہے۔ اُسی کی خوشی میں موجودہ عیسوی تقویم کے مطابق 17/ مارچ 624 عیسوی بہ مطابق یکم/ شوال سن 2 ہجری کو سب سے پہلی عیدالفطر منائی گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دن دینِ اسلام کی تعلیمات میں آزادی اور حریت کا دن ہے۔ اُس قوم کا، جو رمضان المبارک میں اپنے نفس، قلب اور عقل کو مجاہدے کے ساتھ مزکّیٰ بناتی ہے۔ انھیں پاکیزہ بناتی ہے، خواہشات کے شیطانوں کو کنٹرول کرتی ہے۔ قرآن کی تعلیمات کے غلبے کے لیے انقلابی کردار ادا کرتی ہے۔

اسی طریقے سے یہ ایک ایسی تربیت یافتہ جماعت تیار کرتی ہے، جو دنیا میں بین الاقوامی انقلاب کا پیغام لے کر آتی ہے۔ اس رمضان کے بعد یہ یومِ آزادی اور حریت منایا گیا۔ عیدالفطر دراصل یومِ آزادی اور حریت ہے، یہ اُسی دن کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ دنیا کی اقوام اپنے آزادی کے دن کو اس لیے مناتی ہیں کہ اُس دن میں نئی نسل کے سامنے وہ تاریخ دہرائی جائے اور اُس کو وہ شعور دیا جائے کہ آخر اس دن میں کیا ہوا۔''

عیدالفطر

آزادی وحریت اور عدل وانصاف کا پیغام ہے

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''بات یہ ہے کہ آزادی کے دن اس لیے منائے جاتے ہیں کہ اُس دن میں قومی یا بین الاقوامی سطح پر جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے گئے، انسانی معاشرے میں جماعتوں کا جو انقلابی کردار رہا، اُسے اُجاگر کیا جائے۔ اُن واقعات اور حالات کا تذکرہ کیا جائے، جن میں یہ دن منایا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا ہے کہ 610ء جب کہ پہلی وحی نازل ہوئی، سے لے کر 17 / مارچ 624ء تک' چودہ سالہ عظیم انقلابی جدوجہد اور کوشش کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے یہ دن منایا جاتا ہے۔ کہ کتنے مشکل حالات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک نوجوان کو دعوت دے کر' ایک ایک فرد پر محنت کر کے جماعتِ صحابہ تیار کی۔ 313 افراد آپؐ نے تیار کیے۔ حضور اقدسؐ جب مکہ میں حج کے موقع پر لوگوں کو دین اسلام کے انقلابی پیغام کی دعوت دیتے تو ابوجہل، عتبہ، شیبہ جیسے لوگ آپؐ کے پیچھے پیچھے لوگوں سے کہتے کہ ''یہ ہمارا رشتہ دار ہے اور مجنون ہے۔ پاگل ہوگیا ہے یہ۔ جادوگر ہے۔ یہ شاعرانہ باتیں ہیں انقلاب کی۔'' ایسے میں کون دین کے انقلاب کی بات کو مانتا! اب قبیلوں والے کہتے کہ عجیب بات ہے کہ جس قبیلے قریش کا یہ آدمی ہے، اس کا سگا چچا کہتا ہے کہ ''یہ پاگل ہے۔'' تو ضرور ایسا ہی ہوگا۔ جب خاندان والے اس کی بات نہیں مانتے تو کون بات مانتا؟ کتنی مشکل حالت ہے! اکیلے حضورؐ اور چاروں طرف اپنے خاندانِ قریش کے لوگ، جو مکمل طور پر مخالف ہیں۔ اسماعیلی تحریک کے خاندانِ قریش کی بارہ شاخیں (بطون) ہیں۔ اور وہ سب کے سب حضورؐ کی مخالفت میں آپس میں ساتھ ہیں۔ بنوہاشم کے بھی' سوائے ابوطالب کے کہ جنھوں نے صرف دنیوی طور پر آپ کی سرپرستی کی، لیکن آپ کا نظریہ اور دین قبول نہیں کیا۔

آپ دیکھیے کہ ایسے مشکل حالات میں ایک عظیم آدمی کی عظیم الشان جدوجہد کا اعتراف عیدالفطر کے ذریعے ہو رہا ہے کہ کیسے انسانی معاشرے میں گردوپیش کی سوسائٹی کے علی الرغم معاشرے کی تمام تر مخالفتوں اور خاندان کی دشمنی کے باوجود پارٹی کیسے پیدا کی جاتی ہے۔ چودہ سال کی مختصر مدت میں اُس پارٹی کے ذریعے سے انسانی معاشرے کی طاغوتی اور ظالم قوتوں کا خاتمہ کیسے کیا ہے۔ دس بارہ سال کی مکی زندگی، جس میں ایک ایک فرد پر محنت کر کے اُسے دین کے غلبے کے لیے تیار کیا گیا۔ اس میں کتنی مشقت آپ کو برداشت کرنی پڑی۔ یہ کوئی محض ایسا وعظ نہیں تھا کہ سارے مریدین اور معتقدین کے سامنے خطاب کیا اور انھوں نے فوراً تسلیم کرلیا ہو۔ یہ تو غلبے کے بعد کی باتیں ہیں۔ جہاں کوئی نہیں مانتا، وہاں اپنی بات منوانا حکمتِ عملی کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ آپؐ نے عقل وشعور سے بڑی عظیم قربانی پیش کی۔ اور پھر وہ جماعت کتنے مشکل حالات سے گزری۔ صحابہؓ کو کتنی اذیت اور تکلیفیں ملتی تھیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک دفعہ خانۂ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے حضورؐ سے خباب ابن ارتؓ نے فرمایا کہ یہ مصیبت کب ختم ہوگی؟ کب ہمارا جینا آسان ہوگا؟ حضورؐ نے فرمایا: ابھی سے گھبرا گئے؟ گزشتہ اُمتوں پر تو اس سے زیادہ اذیتیں آئیں۔ زندہ آدمی کو کھڑا کر کے دوٹکڑے کر دیا جاتا تھا۔ لوہے کی کنگھی سے زندہ انسانوں کی کھالیں ادھیڑ لی جاتی تھیں۔ مصیبتوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کرو۔ جرأت پیدا کرو۔ اپنے نظریے اور فکر پر جماؤ پیدا کرو۔ ان شاء اللہ جلد ہی کامیابی ملنے والی ہے۔

غزوۂ بدر سے پہلے عرب لوگ ہجومی جنگ لڑتے تھے، جس میں ایک ہجوم دوسرے ہجوم پر حملہ کرتا تھا اور دوسرا پہلے پر۔ اب اُس ہجوم میں جو بھی غالب آ گیا، وہ فاتح ہوتا تھا۔ حضورؐ نے سب سے پہلے ہجومی جنگ کی بجائے منظم جنگ لڑی۔ چناں چہ جنگِ بدر میں مکے والوں کا تو ہجوم تھا اور آپؐ کے یہاں منظم فورس تھی، اور یہ اصول ہے کہ جس کا ملٹری ازم زیادہ تنظیمی اور عسکری صلاحیتوں کا حامل ہو، وہی کامیاب ہوتا ہے۔ یہ تین سو تیرہ کی منظم فورس اور اس کی تنظیمی طاقت ہے، جو ایک ہزار کے ہجوم پر کامیاب ہوئی۔ انسانوں کے انسانوں سے ٹکرانے کا یہ تاریخی واقعہ ہے، جس میں تین سو تیرہ کی منظم طاقت نے ایک نیا جنگی اصول دنیا بھر میں متعارف کرایا۔ چناں چہ آج کی فوجی اکیڈمیوں میں جنگِ بدر کو بطور جنگی حکمتِ عملی کے سمجھا جاتا ہے، سمجھایا جاتا ہے کہ اس جنگی حکمتِ عملی نے کیا نتائج پیدا کیے۔

یہ عیدالفطر رمضان المبارک کے اختتام پر اُسی غزوۂ بدر کی فتح کی یاد میں ہے، لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ جس کی یاد میں عیدالفطر ہے، اُس کا تذکرہ ہی غائب۔ بس میٹھا کھالو، حلوہ کھالو، کپڑے پہن لو، فلاں فلاں خوشی کے کام کرلو اور بس۔ عیدالفطر تو آزادی اور حریت کا دن ہے۔ انقلاب کی خوشی منانے کا دن ہے۔ وہ خوشی کس پس منظر میں ہے؟ پہلا یومِ آزادی، یعنی پہلی عیدالفطر کیوں منائی گئی؟ اُسے بھلا دیا گیا۔

اب بھلا ایسا ہوسکتا ہے کہ امریکی لوگ اپنا یومِ آزادی منائیں اور اپنے آزادی کے دن میں آزادی اور حریت کی جو جنگی داستانیں ہیں، اُن کا تذکرہ نہ کریں۔ روسی لوگ اپنی آزادی اور حریت کا، اپنے انقلاب کا دن منائیں اور انقلابیوں کے واقعات بیان نہ کریں۔ دنیا کا ہر ملک اپنی آزادی اور حریت کے دن اپنی آزادی کے رہنماؤں، اُن کی باقیات، اُن کی تہذیب، اُن کے جوش وجذبے سے بھرے ہوئے انقلابی ترانے اپنی قوم کو سناتے ہیں۔ یہاں عیدالفطر مسلمانوں کی آزادی اور حریت کا دن ہے۔ ابراہیمی تحریک کی تکمیل کا دن ہے۔ جس برہمنیت کے خلاف حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے قربانی دے عیدالاضحیٰ اور حج کا آغاز کیا، اور جس کی تکمیل رمضان المبارک میں نبی اکرمؐ کے ذریعے سے ہوئی، اس موقع پر ہمارے ہاں اس حنفی تحریک کا کوئی تذکرہ نہیں ہوتا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ سے لے کر حضرت محمدؐ تک کتنے انبیاؑ آئے، جنھوں نے اپنی اپنی قوم اور معاشروں میں حنفی تحریک برپا کی۔ انسانیت کو پستی سے اُٹھا کر عروج عطا کیا، اور انھوں نے آزادی اور حریت کے دن منائے۔

آج عیدالفطر کا یہ پیغام ہمیں آزادی اور حریت، عدل وانصاف کا پیغام دیتا ہے اور اس بات کو باور کراتا ہے کہ جیسے حضورؐ نے اپنے مکی دور میں روبہ عمل لاکر ایک کردار ادا کیا، عدمِ تشدد کی حکمتِ عملی کی اساس پر سوسائٹی میں سماجی تبدیلی کی انقلابی جدوجہد کو آگے بڑھایا، آج اُس شعور، پیغام اور حکمتِ عملی کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔''

بچوں کا کالم ● ● ● ● ● چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

مصیبت حوصلے سے کاٹی جاتی ہے

(چوہدری افضل حق آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ اپنی قوم کی تعلیم و تربیت اور اَخلاقی معیار کی بلندی ہمیشہ ان کے پیش نظر رہی۔ ذیل میں ان کے اُن خطوط کی تلخیص شائع کی جارہی ہے، جو اُنھوں نے 1939ء میں راولپنڈی جیل سے اپنے بچوں کے نام لکھے۔ دراصل ان کے مخاطب قوم کے ہر دور کے نونہال ہیں۔ مدیر)

السلام علیکم

معروف بی بی۔ تمھارا خط آیا۔ دیکھو بیٹی! کب سے تمھیں لکھ رہا ہوں کہ صحت کا خیال رکھو۔ اگر تم نے ذرا وَرزش پر دھیان دیا ہوتا تو بیماری کی مصیبت میں نہ خود گرفتار ہوتیں نہ مجھ کو یہاں بیٹھے تکلیف ہوتی۔ سارے گھر بھر کی تکلیف کا میں اپنے اوپر قیاس کر کے اندازہ لگاتا ہوں کہ کتنی پریشانی ہوگی۔

دیکھو بی بی! بیماری اور مصیبت حوصلے سے کاٹی جاتی ہے۔ جو بھی بے حوصلہ ہوا، وہ ڈوبا۔ میں جب لاہور پڑھنے کے لیے آیا تو مجھے بھی ڈاکٹروں نے تپ دق کا شک ڈال دیا۔ میں نے خدا پر بھروسہ کر کے کہہ دیا کہ میں اس بیماری پر فتح پاؤں گا۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ مجھے آرام ہوتا گیا۔ ورنہ ان لوگوں نے مجھے زندگی سے نااُمید کر دیا تھا۔ میری بھی ہمت تھی کہ خدا کا فضل شامل حال ہوگیا۔ اس وقت سے اب تک کھلی ہوا میں رہنا، صبح گرمیوں میں دس منٹ سورج چڑھتے ہی دھوپ میں کھڑے رہنا، تاکہ جسم کو کرنیں طاقت دیں اور بہت آہستہ آہستہ دم اندر کھینچتا اور سینے میں تھوڑی دیر روکے رکھتا۔ پھر آہستہ آہستہ باہر نکالتا ہوں۔ جب بخار اُتر گیا، ذرا طاقت آگئی تو آہستہ آہستہ ورزش شروع کردی۔ لیکن یہ باتیں تو سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا۔ جب بچے دھیان نہ دیں تو کوئی کیا کرے، مگر معروف بی بی اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ بیماری کا ہمت سے مقابلہ کرو۔ لمبے بخار کا حوصلہ رکھ کر علاج کی نسبت پرہیز کی طرف توجہ دینے سے اُتر جاتے ہیں۔ خوراک بہتر کرو، پڑھنا لکھنا بالکل چھوڑ دو، جان ہے تو جہان ہے۔ صحت ہوگی تو یہ بھی دیکھا جائے گا۔ خالص سرسوں کے تیل کی مالش سب سے زیادہ طاقت بخش ہے۔ تم نے دیکھا ہی ہوگا کہ میں کس کثرت سے اس کا استعمال کرتا ہوں۔ مجھے یہاں آتے ہی کھانسی اور بخار شروع ہوگیا تھا۔ سب نے سمجھا کہ تپ دق ہوگیا۔ میں نے کہا کہ اس بیماری کا تو میں خود ہی ماہر ہوں۔ مالش کے لیے ایک شخص کو مقرر کر دیا گیا۔ مالش کراتا، نہاتا اور اسی طرح گہرے سانس لیتا رہا۔ یہ دن جا وہ دن جا، نَو بہ نَو ہوگیا۔ ڈاکٹر حیران رہ گئے۔ ڈاکٹر لوگ تپ دق سب کو لکھ دیتے ہیں۔

معروف بی بی! مجھے تو تمھاری صحت کا بڑا فکر ہے۔ خدا جانے کیسے باپ ہیں، جو بیٹے بیٹی میں فرق سمجھتے ہیں۔ مجھے تو بھئی کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ یہ بھی کیا راجپوتی ہے کہ لڑکا پیدا ہوا تو خوشیاں منائیں اور لڑکی پیدا ہو تو آفت آئی سمجھیں۔ بیٹی ہو یا بیٹا دونوں خدا کی نعمت ہیں۔ تم بھی خدا کی دی ہوئی نعمت ہو۔ تمھاری بیماری سے بڑی پریشانی ہے۔ خدا تمھیں جلد صحت دے اور ہمیں پریشانی سے نجات ملے۔ آمین!

خواتین کا کالم

مولانا عبداللہ عابد سندھی، شکارپور

بچے کی تربیت میں ماں کا کردار

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت روئے زمین پر معاشرتی زندگی بسر کرنے والا ہر انسان مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا' اس کی تربیت میں کسی نہ کسی ماں (عورت) کا کردار ضرور شامل ہے۔ اور اسی کی بدولت وہ معاشرے میں اچھا فرد بن کر سماجی تبدیلی میں اپنا فریضہ احسن طریقے پر انجام دے سکتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ''ماں ایک تربیت گاہ ہے۔'' یا دوسرے لفظوں میں ''بچے کا پہلا سکول ماں کی گود ہے۔'' اور یقیناً والدین میں سے ماں کا رویہ بچے کی شخصیت کی نشوونما اور ان کے کردار کی تشکیل میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس لیے کہ عام طور پر بچے کا میلان باپ سے زیادہ اپنی ماں کی طرف رہتا ہے۔ ماں کی پرورش سے نونہال بچے بلند ہمتی، اعلیٰ ظرفی، بلند نظریہ اور اچھے اوصاف کے زیور سے آراستہ ہوتے ہیں۔

ایک بچے کی تربیت میں ماں کیا کچھ کرسکتی ہے؟ مثلاً سب سے پہلے بچہ جب بولنے لگے تو ماں اسے کلمہ سکھائے۔ بچے کی جب زبان چلنے لگے اور زبان سے کچھ نہ کچھ کلمات ادا کرنے لگے تو اسے کلمے کا ذکر اور الفاظ کی ادائیگی بچپن میں ہی راسخ ہوجائے۔ اگرچہ بچہ ابھی ناسمجھ ہے مگر کلمے کے الفاظ سے اُنسیت نہ رہی تو خدشہ ہے کہ بڑا ہو کر دوسرا راستہ اختیار کرے گا۔ کلمے کی برکت سے جو نتیجہ حاصل ہوگا، اس کے پیش نظر بچے میں شعوری طور پر غیر اللہ کی تمام قوتوں اور باطل طاقتوں کے انکار اور کائنات کی اصل قوت ربّ العزت سے محبت اور اُلفت قائم ہوگی اور اس کے احکام (خدا پرستی اور انسان دوستی) کی ہر ممکن صورت میں اطاعت اور پابندی کی عادت بہ آسانی پیدا ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم اپنے بچوں کی زبان سے سب سے پہلے لا إلٰہ إلاّ اللّٰہ کہلواؤ اور موت کے وقت ان کو اس کلمے کی تلقین کرو۔ (مستدرک حاکم)

ماں کو چاہیے کہ بچے کو حد سے زیادہ پیار یا نفرت کا اظہار نہ کرے اور اس کی ہر خواہش کو پورا یا مکمل طور پر نظرانداز نہ کرے۔ اس سے بچے کی عادات بگڑنے کا اندیشہ ہے، بلکہ بچے کی اخلاقی تربیت کرتے ہوئے اس پر ہر وقت نظر رکھی جائے۔ مثلاً گفتگو کا طریقہ، کھانے کے آداب، کھیلنے اور سونے کے اوقات اور دوسروں سے میل جول کا انداز' نیز زندگی گزارنے کا اصل مقصد اس پر آہستہ آہستہ واضح کرے۔ اور اس کی جائز ضرورتوں کا خیال رکھے۔ بچپن میں بچے کا فطری میلان کہانی سننے کی طرف زیادہ رہتا ہے تو گھر کی بڑی بوڑھی عورتیں دادی اور نانی اماں رات کو کہانی سنا کر بچوں کو سلا دیتی ہیں۔ بسا اوقات یہ ذمہ داری ماں ہی کو سرانجام دینا پڑتی ہے۔ بعض گھروں میں اب بھی یہ روایت برقرار ہے۔ تو ان عورتوں کو چاہیے کہ ادھر ادھر سے مختلف قسم کی باتیں سنانے اور ان پر اعتماد کرنے کی بجائے صرف اور صرف اولیاء اللہ اور اسلاف کی زندگی کے سچے حالات اور واقعات سنائیں تاکہ بچہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہوئے اپنے اکابرین کے بتائے ہوئے راستے کو اپنی کامیابی کا زینہ بنائے۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

نصیحت آموز حکایات

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

اکابر کا فہم حدیث

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، پھر ان کے سلسلے کے علما کے ذریعے ہندوستان میں جیسے احادیث کی روایت کی اشاعت ہوئی، اسی طرح وہ احادیث کے معانی اور اسرار و رموز میں بہت سے متقدمین سے کوئے سبقت لے گئے۔ چناں چہ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے فیض یافتہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی درجِ ذیل حکایت اس پر شاہد ہے۔

(امیر الروایات حضرت) خاں صاحب نے فرمایا کہ: حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحبؒ کے سامنے حدیث "زَمِّلُوْنِیْ" کا تذکرہ آیا، جب کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دفعہ جبرئیلؑ کو دیکھا تھا اور آپؐ مضطرب (پریشان) ہوکر تشریف لائے اور فرمایا: مجھے کمبل اوڑھادو! مجھے کمبل اڑھاؤ! عرض کیا گیا کہ: آں حضرتؐ حضرت جبرائیلؑ سے خائف ہوگئے تھے؟ فرمایا کہ: نہیں! بلکہ حضرتؐ اس وقت یکا یک اپنی حقیقت کا تحمل نہیں فرما سکے تھے، جو جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ کر آپ پر منکشف ہوئی۔ اور قاعدہ ہے کہ غیر جنس میں رہ کر اپنی حقیقت محجوب (چھپی) رہتی ہے۔ اور ہم جنس کو دیکھ کر منکشف ہوجاتی ہے۔ جیسے مشہور ہے کہ کسی شخص نے شیر کا بچہ پال لیا تھا اور اسے اپنی بکریوں میں چھوڑ رکھا تھا۔ شیر کو ان بکریوں میں رہ کر اپنی حقیقت کی خبر نہ تھی۔ وہ بھی مثل بکریوں کے مسکین بنا ہوا تھا۔ اتفاق سے ایک دن پانی پیتے ہوئے اس نے اپنا چہرہ دیکھ لیا اور اپنی شجاعت و بسالت کی تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے آگئی۔ اور پھر جو بکریوں کو دیکھا تو سمجھا کہ میں بکری نہیں ہوں، کچھ اَور ہی ہوں۔ یہ حقیقت پا کر جو بکریوں میں گیا تو سب بکریوں میں غل غدر مچ گیا۔ کسی کو پھاڑ ڈالا، کسی کو کھا گیا۔ کسی کو مارا۔

اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثل اس شیر کے یا مثل مکہ کے بدو جاہلوں کے درمیان ایک نہایت خوب رُو حسین شخص کے تھے۔ اور آپ پر اپنی حقیقت منکشف نہ تھی۔ لیکن جوں ہی آپ نے جبرئیلؑ کو دیکھا، جو آپ کے ہم جنس تھے کہ ان کی ترتیب بھی (اللہ کی) صفت علم کرتی ہے، اسی لیے وحی و ایحا کی خدمت ان کے سپرد ہوئی اور انبیا علیہم السلام کی ترتیب بھی صفتِ علم ہوا کرتی ہے۔ تو ان کے چہرے میں آپ کو اپنی حقیقت نظر آگئی، لیکن وہ اتنی عظیم الشان تھی کہ یکا یک آپ اس کا تحمل (برداشت) نہ فرما سکے۔ اور اضطراب میں "زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ" فرمایا۔ یہ نہیں کہ آپ جبرئیلؑ سے خائف ہوگئے تھے۔ پھر حاجی صاحب نے ایک شعر پڑھا، جو احقر کو یاد نہیں رہا۔

خاں صاحب فرماتے تھے کہ مولانا محمود حسن صاحبؒ (صدر المدرّسین دار العلوم دیوبند) بار بار اس واقعے کو مجھ سے سنا کرتے تھے اور جھومتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب نے حدیثِ مذکور کی کیا لاجواب توجیہ فرمائی اور پھر مثالوں سے اس کی وضاحت کر کے تمام شبہات کا خاتمہ کر دیا۔

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

الصدر الحمید امام شاہ محمد اسحاق دہلویؒ

امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے وِصال کے بعد امام شاہ اسحاق دہلویؒ ولی اللّٰہی تحریک کے جانشین و امام قرار پائے۔ امامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ: ''مولانا شاہ محمد اسحاقؒ تمام ہندوستان کے علما و محدثین کے استاد ہیں۔'' ان کی ولادت 8/ذی الحجہ 1196ھ/ 13/نومبر 1782ء کو دہلی میں ہوئی۔ سراج الہند امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے نواسے اور خلیفہ تھے۔ نسباً فاروقی تھے۔ ''بڑے میاں'' کے لقب سے معروف تھے۔ والدِ گرامی کا نام شیخ محمد افضلؒ تھا۔ تعلیم و تربیت اپنے نانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی نگرانی میں حاصل کی اور اُن سے سندِ حدیث لی۔ ان کے اساتذہ میں شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے علاوہ مولانا عبدالحئی بڈھانویؒ، شاہ عبدالقادر دہلویؒ، شاہ رفیع الدین دہلویؒ شامل ہیں۔ قرآن و حدیث اور عصری علوم کے علاوہ بائبل کی تعلیم بھی حاصل کی۔

امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی چوں کہ نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی، اس لیے ان کو اپنے بیٹے کی حیثیت دیتے تھے۔ انھیں اپنی زندگی ہی میں 1804ء میں تدریس پر مامور فرمادیا تھا۔ چناں چہ پورے 20 سال تک ان کی نگرانی میں یہ خدمت سرانجام دی۔ شاہ عبدالعزیزؒ جب بھی شاہ محمد اسماعیلؒ اور شاہ محمد اسحاقؒ کو دیکھتے تو یہ آیت تلاوت فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ط (39:14) (سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔)

1818ء میں شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے وِصال کے بعد مدرسہ رحیمیہ دہلی میں ان کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوگیا۔ 1824ء میں شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے وِصال کے بعد مدرسہ رحیمیہ کی مکمل ذمہ داری ان کے کندھوں پر آگئی۔ اس کے ساتھ ساتھ ولی اللّٰہی تحریک کے تیسرے امام قرار پائے۔ 1825ء میں حج بیت اللہ کی غرض سے حجاز تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا عمر بن عبدالکریمؒ سے بھی حدیث کی سند حاصل کی۔ 1826ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے۔

ہندوستان واپس تشریف لانے کے بعد ولی اللّٰہی تحریک کی قیادت کے فرائض خوش اُسلوبی سے سرانجام دیے۔ اس تحریک کا عسکری وِنگ سید احمد شہیدؒ کی قیادت میں بالاکوٹ میں سکھوں اور پھر انگریزوں کے خلاف جہاد کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ دہلی میں شاہ اسحاقؒ کی قیادت میں تربیت یافتہ افراد نے ولی اللّٰہی اَفکار کے فروغ میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ جماعت کے اس حصے کے ذمے تحریکِ مجاہدین کے لیے رقوم کی فراہمی کے علاوہ ولی اللّٰہی تحریک کے مخالف پروپیگنڈے کا ردّ کرنا، آزادی کے حقیقی تصور کو واضح کرنا، رِجالِ کار تیار کر کے سید احمد شہیدؒ کے پاس تحریک کی غرض سے روانہ کرنا، پورے ملک سے آنے والے قافلوں کا خیال رکھنا اور ہدایات دے کر مناسب وقت پر روانہ کرنا اور سفر کے لیے راستوں کا تعین کرنا وغیرہ شامل تھا۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

سید مطلوب علی زیدی/ حافظ سہیل یونس

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی یاد

1

سیدی و مرشدی و مولائی محترم المقام جناب مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب دامت برکاتہم العالیہ   ازاحقر سید مطلوب علی زیدی   السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

حضرت اقدس شاہ سعید احمد صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کی جدائی نے ٹوٹی ہوئی کمر مزید توڑ کر رکھ دی ہے۔ یہ تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ حضرت اقدس قدس سرہٗ اتنی جلدی ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے درجات زیادہ سے زیادہ بلند فرمائیں۔ آمین! آپ کے بارے میں تو بندۂ ناچیز کو حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی اندازا ہو گیا تھا کہ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ تعالیٰ صحت و عافیت کے ساتھ آپ کا سایہ سلامت رکھیں۔ آمین

میرے پیارے حضرت جی! آپ سب لوگوں نے بندۂ ناچیز پر ایک زبردست بوجھ ڈال دیا ہے، لیکن حالات یہ ہیں کہ بندہ کی جسمانی حالت نہایت کمزور ہے۔ اس کی تمام تفصیلات تو وقتاً فوقتاً گوش گزار کرتا رہوں گا، اب تو مختصراً یہ عرض کروں گا کہ بندہ پہلے کی نسبت ادارہ میں زیادہ قیام کرے گا۔ پانچ، سات دن اور پھر اس کو بڑھا کر آٹھ، دس دن بھی کیا جا سکتا ہے۔ صحت کے لیے بھی دعا فرماتے رہیں۔ واپس آنے کے لیے آپ کی طرف سے بطیّبِ خاطر اجازت ہوتی رہے، تاکہ ٹینشن نہ ہونے پائے۔ اب ٹینشن قابل برداشت نہیں ہے۔ ضعفِ دماغ کی وجہ سے معاملہ سنگین ہو گیا ہے۔ باقی تفصیلات بھی پیشِ خدمت کرتا رہوں گا۔ والسلام   محتاجِ دعا و خصوصی توجہ   سید مطلوب علی زیدی

2

حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ ؛ میرے محسن اور حقیقی خیر خواہ

''تم جمعہ یہاں (ادارہ رحیمیہ) میں پڑھا کرو! کیوں کہ جو چیز تمھیں یہاں سے ملے گی، وہ کہیں اَور سے نہیں مل سکتی۔''

حضرت اقدسؒ کے یہ الفاظ تھے، جو مجھے جمعہ ادارہ رحیمیہ لاہور میں ادا کرنے کے لیے توانائی مہیا کرتے ہیں۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ ہر جمعہ ادارہ میں جا کر ادا کروں اور کافی عرصہ معمول کے مطابق ادارہ میں ہی جمعہ ادا کرتا رہا، مگر تعلیمی مصروفیت اور بیرونِ شہر ملازمت کی وَجہ سے اب بھی میری کوشش ہوتی ہے کہ ادارہ میں جمعہ ادا کروں۔ کئی بار میں اپنے ساتھ کچھ دوستوں کو بھی لے جاتا ہوں۔ ادارہ کی شعوری مجالس، پُرلطف اور پُرکیف فضا اور حضرت اقدسؒ کی شفقت و محبت تھی، جو مجھے ادارہ رحیمیہ کی طرف کھینچتی لے گئی۔ جمعہ کی نماز کے بعد حضرت اقدسؒ سے ملاقات ہوتی، جس میں مختلف موضوعات پر بات ہوتی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ حضرت اقدسؒ کے کمرے میں جمعہ کی نماز کے بعد راقم کی حضرت اقدسؒ سے اکیلے میں ملاقات ہو جاتی۔ غالباً فروری 2012ء میں ایک جمعہ کی نماز کے بعد حضرت اقدسؒ سے ان کے کمرے میں ملاقات ہوئی تو راقم نے حضرت اقدسؒ سے سوال پوچھا: ''حضرت جی! یہ کچھ لوگ جماعت کے اندر پراپیگنڈا کر کے علاحدہ ہو گئے ہیں، ان کے بارے میں کچھ بتائیں۔'' حضرتؒ نے جواب میں تنظیم کے دستور کا ایک ایک لفظ خود پڑھ کر سنایا اور آخر میں کہا کہ: ''انھیں لوگوں کی موجودگی میں یہ دستور بنایا گیا اور سب نے اس پر اعتماد کیا، لیکن آج یہ لوگ اسی دستور کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں ادارہ میں حضرت سے ملنے نہیں دیا جاتا۔ تم خود بتاؤ کہ تم بھی تو میرے پاس آئے ہو تو کیا تمھیں کسی نے مجھ سے ملنے کے لیے روکا ہے؟۔'' حضرت اقدسؒ کے سادہ الفاظ موتی بکھیرتے تھے اور ان میں شعور و فکر کی ندیاں بہتی تھیں۔ میں سوچتا رہا کہ کس طرح حضرت اقدسؒ نے ان افراد کی اُنگلی پکڑ کر ان کو چلنا سکھایا اور ان کو شعور و نظریہ دیا اور آج یہ لوگ حضرت اقدسؒ کی قدر نہیں کر رہے۔

حضرت اقدسؒ کا حافظہ بہت مضبوط تھا۔ ایک بار جمعہ کے لیے میرے ساتھ گوجرانوالا کے ایک دوست رانا یاسر ایوب بھی تھے۔ جب ہم گوجرانوالا سے لاہور کی طرف چلے تو یہ کچھ کام کے لیے شاہدرہ (ادارہ سے 15 کلومیٹر پہلے) رُک گئے، جب کہ راقم ادارہ میں چلا گیا۔ ادارہ میں داخل ہوتے ہی حضرت اقدسؒ سے ملاقات ہوئی تو حضرتؒ نے پوچھا کہ: ''اکیلے آئے ہو یا کوئی اَور بھی دوست ساتھ ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ: ''ایک اَور دوست بھی ساتھ ہیں، لیکن وہ شاہدرہ رُک گئے ہیں۔ جمعہ کی تقریر تک وہ بھی ادارے میں پہنچ جائیں گے۔'' اس کے بعد بہت سے لوگ حضرت اقدسؒ سے ملتے رہے۔ سندھ کے کچھ احباب بھی تھے۔ جمعہ کے بعد بھی کافی دیر تک دوست حضرت اقدسؒ سے سوال و جواب کرتے رہے۔ آخر میں دعا سے پہلے حضرت اقدسؒ مجھ سے مخاطب ہوئے اور پوچھا کہ: ''وہ تمھارا دوست رانا یاسر ادارے میں آ گیا ہے نا؟'' میں نے عرض کیا کہ: ''جی حضرت! آ گیا ہے۔'' میں سوچتا رہا کہ حضرت کی اتنے دوستوں سے ملاقاتیں ہوئیں، سوال و جواب ہوئے اور جمعہ کی تقریر و نماز بھی ہوئی، پَر پھر بھی حضرت اقدسؒ کو میرے دوست کا نام یاد ہے اور یہ بھی یاد ہے کہ اس نے جمعہ کے لیے ادارہ میں آنا ہے۔ حضرت اقدسؒ اپنی انتہائی شفقتوں، محبتوں اور دعاؤں سے نوازنے والی شخصیت تھی۔ وہ محسن اور حقیقی خیر خواہ تھے۔ حضرت اقدسؒ کی ساری زندگی جد و جہد اور کوشش سے بھری پڑی ہے، جس کی وَجہ سے وہ ایک اجتماعیت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت اقدسؒ حسن اخلاق کے اعلیٰ درجے کے مالک تھے۔ یونیورسٹیز و کالجز کے نوجوانوں کو اپنے سینے سے لگاتے۔ ان کو شعور دیتے۔ مایوسی و مرعوبیت ختم کر کے جد و جہد کے اعلیٰ نظریے کے ساتھ منسلک کر دیتے تھے۔ حضرت اقدسؒ کی جد و جہد اور کوشش پر مبنی اقوالِ زرّیں خون کو گرماتے اور روح کو جھنجھوڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں استقامت کے ساتھ حضرت اقدسؒ کے مشن پر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ عظمت کے مینار: الصدر الحمید امام شاہ محمد اسحاق دہلوی

شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے اپنے نانا کے اسلوب پر درسِ قرآن کے ذریعے قرآن کے آزادی پسند فکر کو خواص و عام میں واضح فرمایا۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی شہادت کے بعد مجاہدین کی جماعت نے شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے شاگردِ خاص اور داماد مولانا نصیر الدین دہلویؒ کے ہاتھ پر بیعتِ جہاد کر لی۔

بالاکوٹ کے واقعہ 1831ء کے بعد شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے ولی اللّٰہی تحریک کے ایک نئے دور کا آغاز فرمایا، جس کے دو بنیادی اصول؛ یعنی فقہ حنفی کی پابندی اور تُرکی سلطنت سے اتصال قرار دیے گئے۔ 1842ء میں انگریزوں کی جانب سے آپؒ کو اذیت پہنچائے جانے کی وَجہ سے امام شاہ محمد اسحاقؒ اپنے بھائی کے ہمراہ مکہ معظّمہ تشریف لے گئے اور ہجرت کا راستہ اختیار کیا۔ اس طرح ولی اللّٰہی تحریک کی سرگرمیوں کا مرکز بھی مکہ مکرمہ میں منتقل ہو گیا۔ دہلی کے مرکز کی زیرِ نگرانی شاہ صاحبؒ نے دہلی میں مولانا مملوک علیؒ کی صدارت میں مولانا قطب الدین دہلویؒ، مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ اور مولانا عبدالغنی دہلویؒ کو ملا کر ایک بورڈ بنا دیا، جو اس نئے پروگرام کی اشاعت کر کے نئے سرے سے جماعتی نظام پیدا کرے۔ اس جماعت کی صدارت سب سے پہلے مولانا مملوک علیؒ کے لیے مخصوص رہی۔ ان کے بعد شاہ صاحبؒ نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو اس کام کے لیے مقرر کیا۔ یوں شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کی قیادت میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی اجتماعی تحریک کو نئی نہج پر استوار کیا گیا۔ بعد میں اسی دہلوی جماعت کے نمونے پر دیوبند میں جو درس گاہ (دارالعلوم) قائم کی گئی' اس نے 50 سال کے قلیل عرصے میں غیر معمولی کامیابیاں حاصل کیں۔

امام شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے مکہ مکرمہ میں رہ کر ولی اللّٰہی تحریک کو بھرپور انداز میں چلایا۔ انھوں نے ایک طرف دہلی میں قائم شدہ بورڈ کی قیادت کی تو دوسری طرف حجاز میں دعوتی سرگرمیوں کا آغاز فرمایا۔ اسی دوران ان کی ملاقات حضرت حاجی امداد اللہؒ سے ہوئی تو انھوں نے حاجی صاحبؒ سے ہندوستان کے حالات دریافت کرنے کے بعد امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بیان کردہ نظریات کی تعلیم دی۔ حاجی صاحبؒ نے خوب دلچسپی کے ساتھ حضرت شاہ اسحاق دہلویؒ سے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تعلیم حاصل کی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے دریافت فرمایا کہ: ''حضرت! اس میں معاشیات اور اقتصادیات کی باتیں زیادہ ہیں۔ کچھ روحانیات کے بارے میں بھی ارشاد فرمائیں''۔ شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے فرمایا: ''تباہ حال معیشت اور بُری اقتصادی حالت' جسم اور رُوح دونوں کو برباد کر دیتی ہے۔ اس لیے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کسی وقت اور کسی حالت میں بھی۔'' حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی زبانی ان کو پتا چلا کہ ہندوستان میں منادی کرا دی گئی ہے کہ ''خلق خدا کی، ملک بادشاہ کا اور حکم کمپنی بہادر کا۔'' شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے حاجی صاحبؒ سے فرمایا کہ: ''تم ہندوستان جاؤ گے اور امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تحریک کو آگے بڑھاؤ گے۔'' شاہ صاحبؒ کے حکم پر حاجی صاحبؒ ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں قائم بورڈ کی صدارت سنبھالی۔

حضرت الامام شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے شاگردوں میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا نصیر الدین دہلویؒ، مولانا محمد یعقوب دہلویؒ، مولانا محمد عمر بن شاہ اسماعیل شہیدؒ، سید نذیر حسین دہلویؒ، مولانا عبدالغنی مجددیؒ، مولانا قطب الدین دہلویؒ، مولانا احمد علی سہارن پوریؒ اور مولانا رُستم علی دہلویؒ کے علاوہ بے شمار اہل علم شامل ہیں۔ آپؒ کی تصنیفات میں شعب الایمان، مسائل اربعین، ترجمہ مشکٰوۃ اور تذکرۃ الصیام شامل ہیں۔

امام شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے 70 برس کی عمر پا کر رجب المرجب 1262ھ/ **21/جولائی 1846ء** کو مکہ مکرمہ میں روزے کی حالت میں بروز سوموار انتقال فرمایا اور جنت المعلیٰ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی قبر کے قریب مدفون ہیں۔ ان کے وِصال کے بعد حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے ولی اللّٰہی تحریک کے چوتھے امام کا کردار ادا کیا۔

بقیہ خواتین کا کالم بچے جب بتدریج جسمانی اور ذہنی نشوونما کے منازل طے کریں تو جب وہ کوئی بات اپنی ماں سے کریں تو ماں کو چاہیے کہ نہایت توجہ سے ان کی باتیں سنے۔ اس لیے کہ ماں بچے کے جذبات و احساسات کو اچھی طرح سمجھ لیتی ہے۔ وہ احساسِ محرومی یا احساسِ کمتری بچے کے قریب نہ آنے دے۔ بعض اوقات بچے کو خاندان سے متعلق مشوروں اور فیصلوں میں شریک کریں تا کہ اسے احساس ہو کہ وہ بھی اسی خاندان کا ایک اہم فرد ہے۔ اس طرح ماں اپنے فرائض کی انجام دہی سے بچے کی تاریک اور بے نور دنیا کو روشن اور چار چاند لگائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسی ہی مائیں باعث فخر ہیں جنھوں نے بی بی عائشہ صدیقہؓ، بی بی فاطمہؓ سے لے کر بنات شیخ عبدالرحیم سندھی جیسی اور حسن و حسینؓ، سے لے کر سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ، امام عبیداللہ سندھیؒ اور حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ جیسے باہمت، اعلیٰ اخلاق، بلند نظریے اور سماجی تبدیلی کے لیے اپنی تمام تر زندگی وقف کرنے والے عظیم انسانوں کو جنم دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ کائنات اسی ماں (عورت) ہی کی مرہون منت ہے۔

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
حضرت سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف انو (حیدر آباد)
حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصوی (سکھر)
حضرت حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ)
محترم سید خالد ریاض بخاری (سعودی عرب)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
ممبر شپ کی رقومات کی ترسیل بنام
''رحیمیہ لاہور'' میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔

صدقۂ فطر اور عید الفطر کے احکام و مسائل

صدقۂ فطر کے مسائل

1۔ صدقہ فطر ہر عاقل، بالغ، آزاد مالک نصاب شخص اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرے، بشرطیکہ اس کی نابالغ اولاد کی ملکیت میں ان کے نام الگ سے مال نہ ہو۔ اگر ان کی ملکیت میں الگ مال بقدرِ نصاب ہے تو ان کے مال میں سے صدقہ فطر ادا کیا جائے گا۔

2۔ صدقہ فطر کے نصاب کا مالک وہ شخص ہوگا، جس کے پاس ضرورت سے زائد تمام املاک واشیا اس مقدار ہوں کہ ان کی قیمت ساڑھے سات تولہ سونا کے مساوی ہو۔

3۔ احادیث میں درج ذیل اشیا میں سے کوئی ایک درج ذیل مقدار کے مطابق بطورِ صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

(الف) صاعاً من شعیرٍ: یعنی جو (تقریباً 3500 گرام)
(ب) صاعاً من تمرٍ: یعنی کھجور (تقریباً 3500 گرام)
(ج) صاعاً من اقطٍ: یعنی پَنیر (تقریباً 3500 گرام)
(د) صاعاً من زبیبٍ: یعنی کشمش (تقریباً 3500 گرام)
(ہ) نصف صاعٍ من بُرٍّ: یعنی گندم (تقریباً 1700 گرام)

موجودہ اوزان (ناپ تول) کے مطابق علمائے کرام نے نصف صاع کو تقریباً 1700 گرام کے برابر قرار دیا ہے اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین کلوگرام کے برابر ہے۔ اگر کوئی شخص جَــوُ یا گندم وغیرہ، غلے کی شکل میں نہ دے سکے تو اپنے علاقے کے نرخ کے مطابق اسی قدر درج بالا اشیا کی قیمت ادا کردے۔

4۔ جو شخص نصاب کا مالک ہے، اس پر صدقہ فطر واجب ہے، خواہ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

5۔ مستحب یہ ہے کہ صدقہ فطر، عید الفطر کے دن نمازِ عید سے پہلے ادا کیا جائے۔ اور رمضان المبارک میں بھی ادا کرنا درست ہے۔

6۔ زکوٰۃ کی طرح صدقہ فطر کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ مال سال بھر تک اس کے پاس جمع رہے، بلکہ سال سے کم عرصہ میں بھی بقدرِ نصاب مال کا مالک بن جائے اور عید الفطر کے دن بھی اس کا مالک ہو تو صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہوگا۔

7۔ عورت پر صرف اپنی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ نابالغ بچوں کی طرف سے ان کی والدہ پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ یہ ذمہ داری باپ کی ہے۔

8۔ صدقہ فطر، عید کے دن صبح صادق کے وقت سے واجب ہوجاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص صبح صادق سے پہلے فوت ہوجائے، اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔ اور جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہوا، اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر واجب نہیں۔

9۔ اگر عید الفطر کے دن صدقہ فطر ادا نہیں کرسکا تو بعد میں ادائیگی اس کے ذمہ برقرار رہے گی، جب تک کہ وہ اُسے ادا نہ کرے۔

عید الفطر کے مسائل

رمضان المبارک کے بعد یکم شوال کو شکرانے کے طور پر دو رکعت نمازِ عید الفطر ادا کرنا واجب ہے، عید الفطر کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ عید الفطر کے دن درج ذیل کام مسنون ہیں:
(الف) غسل کرنا۔ (ب) مسواک کرنا۔
(ج) عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہننا۔ (د) خوشبو لگانا۔
(ہ) بالوں میں کنگھا وغیرہ کرنا۔

2۔ صبح سویرے اُٹھ کر عید گاہ جلد پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ نمازِ عید کے لیے جانے سے پیش تر کوئی میٹھی چیز کھانا مسنون ہے۔

3۔ عید گاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا چاہیے۔

4۔ عید کی نماز پڑھنے کے لیے ایک راستے سے جائے اور نماز کے بعد دوسرے راستے سے واپس آئے۔ عید گاہ میں اگر ممکن ہو تو پیدل چل کر جائے۔

5۔ راستے میں یہ تکبیریں آہستہ آہستہ پڑھے:
اَللّٰهُ اَكْبَر اَللّٰهُ اَكْبَر لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر اَللّٰهُ اَكْبَر وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

6۔ نمازِ عید کے لیے جماعت شرط ہے۔ لہٰذا اگر کسی وجہ سے کوئی نمازِ عید کی جماعت میں شریک نہیں ہوسکا تو وہ تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔

7۔ عید کے دن نمازِ عید سے پہلے نمازِ اشراق یا دیگر نوافل پڑھنا مکروہ ہیں۔ عورتوں، مریضوں اور مسافروں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

عید الفطر کی نماز پڑھنے کا طریقہ

8۔ عید الفطر کی نماز میں دو رکعت ہوتی ہیں، جن میں چھ تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں۔

9۔ پہلی رکعت میں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ .... الخ پڑھنے کے بعد ہاتھ چھوڑ کر تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ اس کے بعد امام قرأت کرے گا اور رکوع اور سجود کرکے پہلی رکعت مکمل کرے گا۔ اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ہاتھ چھوڑ کر تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ نماز کا بقیہ حصہ حسبِ معمول مکمل کرے۔

10۔ نماز کے بعد امام سنت کے مطابق خطبہ پڑھے گا، یہ خطبہ سننا واجب ہے۔